عبد الرزاق زاہد سیالکوٹی

صاحب طرز انشاء پرداز اور شعلہ نوا مقرر
”آغا شورش کاشمیری“

فن خطابت کو ہر دور میں ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے ابتداء میں جب انسان لکھنے پڑھنے سے ناواقف تھا اس وقت اپنے مافی الضمیر کا اظہار اپنی زبان و بیان ہی سے کرتا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی خطابت کے بے مثال نمونے ہمارے سامنے ہیں ان میں جد الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کا نمرود سے مکالمہ، موسیٰ وہارونؑ کا فرعون مصر سے گفتگو کرنا اور حضرت دانیال کا بخت نصر سے مجادلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں لہٰذا اگر یہ بات کہی جائے تو خلاف حقیقت نہ ہوگی کہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا وہاں ان عظیم ترین ہستیوں کے پاس اللہ کی عطا کردہ قوت بیان اور قوت مباہلہ موجود تھی اس کے بعد اگر انبیاء کے سردار آقائے دوجہاں کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آقائے نامدار میں جہاں کائنات کی تمام خوبیاں اپنی معراج کی حد تک موجود تھیں وہاں زور بیاں بھی بے مثال تھا اس کی کئی روشن مثالیں کتب سیرۃ سے مل سکتیں ہیں پھر اس سے ذرا آگے آجائیں تو قرون اولیٰ سے لے کر فی زمانہ تک کسی زمانے میں بھی فن خطابت کی چمک ماند نہیں پڑی بلکہ یہ کہنا نامناسب نہیں ہوگا کہ خطابت ہر دور میں اظہار مافی الضمیر اور دعوت دین کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

یہ دور جبکہ ایک تحقیقی دور ہے مختلف لوگ مختلف انداز سے تحقیق کر رہے ہیں اور ان کی تحقیقات کی لوگوں کے ہاں بڑی قدر و قیمت بھی ہے لیکن اس کے باوجود اچھے خطباء کو لوگ سنتے ہیں بلکہ اس سلسلہ میں کچھ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے تب بھی ان

کے جذبہ اشتیاق میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

یہ چند باتیں میں نے بطور تمہید اس لیے بیان کی ہیں کہ آج میں اپنی قلم و قرطاس کی زبان سے فن خطابت کے اس شاہین کے بارے میں چند کلمات ادا کرنا چاہتا ہوں جسکی پرواز سے آسمان خطابت کا حسن قائم ودائم تھا اور اس عظیم مقرر نے خطابت کے میدان میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ اس کے مخالفین بھی اس کے اس فن میں یکتا ہونے کا اعتراف کرتے تھے اور اس زمانے میں جن لوگوں نے خطابت کے ذریعہ اپنی عظمت کا لوہا منوایا وہ دراصل اسی دار الخطابت سے فیض یافتہ تھے۔ آج علامہ احسان الٰہی ظہیر کی خطابت کے لوگ دیوانے ہیں اگرچہ علامہ صاحب اس وقت اس دنیا میں نہیں لیکن ان کی گرج برس آج بھی ہمارے کانوں میں گونجتی ہے اسی طرح اور بہت سارے فن خطابت کے شہباز اس دور میں لوگوں کو ہزاروں کی بلکہ لاکھوں کی تعداد میں جلسہ گاہوں کی طرف کھینچ رہے ہیں تو یہ سارے کے سارے اسی عظیم مقرر بلکہ مقرر ساز شخصیت سے کافی حد تک استفادہ کرکے یہاں پہنچے ہیں میری مراد دنیائے خطابت کی عظیم ترین شخصیت عبدالکریم آغا شورش کاشمیریؒ ہے۔

آغا صاحب صرف ایک خطیب ہی نہیں بلکہ بیک وقت شاعری، صحافت، ادب اور سیاست کے میدانوں میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے اس کے علاوہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو امت مسلمہ اور اہل پاکستان کا سچا درد اپنے دل میں رکھنے کے ساتھ ساتھ جذبہ جہاد اور عقیدہ توحید کے دیوانے ہیں لیکن یہاں میں نہ تو ان کی شاعری پر تبصرہ کروں گا اور نہ ہی ان کی صحافتی زندگی کے گوشوں کو عیاں کرونگا، نہ ان کی ادبی سرگرمیوں کی کوئی رپورٹ پیش کرونگا اور نہ ہی ان کی بے داغ اور بے باک سیاست پر تبصرہ کرونگا یہاں مختصر طور پر صرف ان کی خطابت کے بارے میں چند سطور زیر تحریر لاؤں گا حقیقی بات تو یہ ہے کہ میں نے آغا صاحب سے واقفیت یا تو ان کی تقاریر کے کیسٹ کے حوالے سے کی ہے یا ان کے معروف و مشہور رسالے ہفت روزہ ''چٹان'' کے

پرانے شاروں کی معرفت سے لیکن اس کے باوجود میں نے جو خوبیاں ان کی خطابت میں محسوس کیں دل میں آیا کہ ان کو صفحہ قرطاس پر منتقل کردوں۔

اردو کی مشہور مثال ہے کہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" یعنی نوخیز پھول کو جس طرف موڑنا چاہو موڑلو۔ خوش قسمتی سے آغا صاحب کو ابتداء ہی سے مولانا حالی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں جیسے فن خطابت کے شہسواروں اور اردو ادب کے ماہرین کی معیت بلکہ شاگردی نصیب ہوئی خاص طور پر مولانا ابو الکلام آزاد تو واقعی اسم بامسمی تھے آج ان کی کتب اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ واقعی ابوالکلام تھے گفتگو کرتے ہوئے تہذیب، ربط، بے خوفی، جرات، بے باکی، فقرہ بندی اور الفاظ کے وزن کا خیال رکھنا ان پر ختم تھا اتنی فصیح و بلیغ زبان استعمال کرتے اور اتنی خوبی سے کرتے کہ سننے والا مبہوت رہ جاتا۔ مولانا کی یہی خوبی اللہ کی توفیق و نصرت سے آغاصاحب میں بھی موجود تھی اور مشہور بات ہے کہ زبان سے الفاظ اس وقت ادا ہو سکتے ہیں جب دماغ میں الفاظ و خیالات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہو آغا صاحب چونکہ بنیادی طور پر ایک مذہبی آدمی تھے اور میرے خیال میں اسلام کے حوالے سے ان کی محبت ہی شائد اللہ کی بارگاہ میں ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے اس لیے وہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا بھی کافی مطالعہ رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان بہت تیز چلتی تھی اکثر تقاریر میں سیرۃ نبوی ﷺ، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اور تاریخ اسلام کے مشہور واقعات کا حوالہ دیتے۔ اگرچہ ان کے لب و لہجے میں وہ مذہبی انداز نہ تھا جو مولانا ابوالکلام آزاد یا دیگر علماء کا ہوتا ہے لیکن بہر صورت اس کمی کو انہوں نے شاعری کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کی اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے وہ نا صرف کہ بذات خود ایک عظیم شاعر تھے بلکہ لاتعداد شعراء کے بے شمار اشعار ان کو شاعروں کے ناموں سمیت زبانی یاد تھے اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ موقع محل کی مناسبت سے وہ ان اشعار کو بڑی خوبی سے استعمال بھی کرتے تھے۔

آغا صاحب چونکہ اردو ادب سے کافی لگاؤ رکھتے تھے بلکہ یہ چیز بھی ان کو اپنے

مرشد جناب مولانا ابو الکلام آزاد سے ورثہ میں ملی تھی اس لیے ان کی گفتگو میں الفاظ اس انداز سے ملتے ہیں کہ فی زمانہ اس انداز سے گفتگو کرنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ اگر یہاں تفصیل سے آغا صاحب کی خطیبانہ صفات کا ذکر کیا جائے تو یہ بات کافی طویل ہو جائے گی اس لیے اختصار کے ساتھ آغا شورش کاشمیری کی تقریری صلاحیتوں کا ایک چھوٹا سا نقشہ یہاں کھینچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

ایک خطیب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ اس کا کردار بے عیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آغا صاحب میں یہ خوبی رکھی تھی کہ اعتراض کرنے والے ان پر سو طرح کے بہتان باندھتے مگر ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہتے بہرحال لوگ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں لمبے سفر طے کر کے فن خطابت کے اس بادشاہ کی گفتار بے مثال سننے کے لیے آتے اور گھنٹوں انتظار کرتے جب آغا صاحب گفتگو کرتے تو سننے والے مسحور ہو جایا کرتے تھے۔ کیونکہ آغا صاحب گفتار کے ساتھ ساتھ کردار کے بھی غازی تھے۔

لیکن بے خوفی اور بے باکی کسی بھی مقرر کی زندگی کا جزو لاینفک ہونی چاہیے ار یہ دولت اللہ نے آغا صاحب کو تھوک کے حساب سے عنایت فرمائی تھی یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں آج تک ایسی مثال نہیں ملتی کہ ایک انسان اتنی قید و بند کی صعوبتیں اور اتنی تکالیف سہنے کے بعد بھی اپنے موقف پر ڈٹا رہے لیکن حکومت وقت نے آغا صاحب کے کئی پریس ضبط کیے زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ جیل میں گزارنے پر مجبور کیا لیکن آغا صاحب کی بے خوفی اور بے باکی کا یہ عالم تھا کہ جیل سے رہا ہوتے ہی جلسوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور پھر حکومت پر اتنی مدلل تنقید ہوتی کہ سننے والے کے پاس ان حقائق کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارا نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک کامیاب مقرر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس مقرر کے پاس الفاظ کا ذخیرہ بھی ہو اور وہ ان کو روانی کے ساتھ استعمال بھی کر سکتا ہو۔ اس سلسلہ میں اگر یہ بات کہی جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ الفاظ کے معاملے میں شہنشاہ تھے بلکہ ان کو سننے کے بعد ان کی یہ بات درست

تسلیم کرنا پڑتی جو وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "الفاظ تو میری لونڈی ہیں" بعض موقع بلکہ اکثر مواقع پر مترادفات کا استعمال اتنی خوبصورتی اور کثرت کے ساتھ کرتے کہ سننے والے کی عقل دنگ رہ جاتی۔

کسی بھی مقرر کے کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسکی تقریر میں روانی، اتار چڑھاؤ اور زیر وبم پیدا کرنے کا ملکہ بدرجہ اتم موجود ہو۔ اس سلسلہ میں بھی آغا شورش کاشمیری منفرد اور یکتا تھے بعض دفعہ اس قدر روانی سے بولتے کہ سننے والے کو گمان ہونے لگتا کہ شائد کاغذ سے دیکھ کر پڑھ رہے ہیں اور اسی روانی میں پھر اچانک ٹھراؤ آجاتا اور طنز ومزاح کا دور شروع ہو جاتا، چٹکلے چھوٹنے لگتے اور بعض دفعہ اس قدر پیارے انداز میں کسی پر طنز کرتے یا کوئی لطیفہ سناتے کہ سنجیدہ سے سنجیدہ محفل بھی کشت زعفران بن جاتی۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ سلسلہ مسلسل جاری رہتا بلکہ اچانک پہلو بدلتے اور گرج برس کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

کسی بھی مقرر کا اپنی تقریر میں اشعار استعمال کرنا ایک منفرد اور بے مثال خوبی ہے۔آغا شورش کاشمیری نہ صرف کہ خود بہت اچھے شاعر تھے بلکہ بے شمار اشعار شعراء کے ناموں سمیت ان کو زبانی یاد تھے اور پھر ایک اور بڑی خوبی کی بات کے اشعار کو تقریر کے زیروبم کے مطابق اتنی خوبصورتی سے استعمال کرتے کہ سننے والے عش عش کر اٹھتے بلکہ بعض دفعہ ایک ہی موضوع پر متعدد شعراء کے اشعار کثیر تعداد میں شعراء کے ناموں کے ساتھ پڑھ جایا کرتے تھے۔

تقریر کے دوران اگر کوئی خاص واقعہ پیش آجائے تو عموماً مقرر پزل ہو جاتا ہے بلکہ بعض مقررین تو گھبرا کر تقریر بھی ادھوری چھوڑدیتے ہیں لیکن آغا صاحب درحقیقت واقعی ایک منفرد شخصیت کے حامل تھے۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ ان کی تقریر کے دوران ہنگامہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔آغا صاحب ذرا نہیں گھبرائے بلکہ ایسے انداز سے مجمع کو کنٹرول میں رکھا اور تقریر کو جاری رکھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اس قسم کے

واقعات کا پہلے سے علم ہے۔

آغا صاحب سادہ آدمی تھے اور سادگی کو ہی پسند کرتے تھے جبکہ سادگی ہی ان کا شیوہ تھی ساری زندگی کبھی لمبے خواب نہیں دیکھے البتہ ایک بات ہے کہ عقیدہ توحید، جذبہ جہاد اور حُبِّ نبوی ﷺ جیسی اعلیٰ صفات حمیدہ جو کہ ایک حقیقی مسلمان کی زندگی کا جزو لا ینفک ہیں آغا صاحب کی زندگی میں بدرجہ اتم موجود تھیں یہی وجہ ہے کہ شرک کے خلاف اور مجاہدین کے مخالفین کے خلاف اور قادیانیوں کے خلاف انہوں نے اپنی اکثر تقاریر میں واقعی ایک مرد مجاہد کا کردار ادا کرتے ہوئے صحیح حق گوئی کا حق ادا کیا ہے۔ میں نے جس طرح عنوان درج کیا اسی طرح اب بھی اس بات کا قائل ہوں کہ "آغا شورش" اپنی ذات میں ایک انجمن تھے لیکن میں نے اپنی کم مائیگی کے باوجود ان کی زندگی کے بے شمار ناقابل فراموش پہلوؤں میں صرف ایک پہلو پر محض اپنی غیر جانبداری اور اہل اللہ محبت کی بناء پر کسی حد تک چند الفاظ کو قلم و قرطاس کی زبان میں آپ کے سامنے رکھے۔آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آغا صاحب کی کمیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما کر ان کو بہتر عافیت سے نوازے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں۔